OPEN ACCESS
RUSHD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Sciences, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
July-Dece-2023
Vol:* 4, *Issue: 2
Email: journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

حافظ مبشر رشید[1]

حافظ محمد سجاد[2]

احسان کا عملی انطباق، امورِ شرعیہ وعبادات کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

Practical application of Ehsan: A research review in the context of Shariah matters and worships.

Abstract

The religion of Islam is the name of a perfect and complete code of life. Whose teachings are the guarantor of success and rule in this world and the hereafter. Islam provides guidance for us in all areas of life, Islam teaches its believers to benevolence. And this Islam is the only religion in the world which has ordered to perform everything from religious affairs to worldly affairs with beauty and goodness. Ihsan literally means "good behavior and good action". In the religion of Islam, its broad and comprehensive meaning is to carry out every work with beauty, goodness, and decency in matters of Shariah and worship and also in worldly affairs. The life of Rasoolullah ﷺ is a beautiful example of goodness and excellence in fulfilling and completing affairs and affairs. By adopting the teachings of the Holy Prophet, a person becomes a figure of kindness and

1 پی، ایچ، ڈی اسکالر یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور
2 ایم فل اسکالر نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، لاہور

beauty. Sharia matters and acts of worship, which have a special relationship with the person of Allah Almighty, Islam teaches goodness and goodness in it. This paper explores the concept of Ehsan in Islam, emphasizing its practical applications in Shariah and worship. The paper also delves into the role of Ehsan in personal worship, emphasizing its impact on the spiritual experience. It discusses how Ehsan transforms ritualistic practices like prayer (Salah), fasting (Sawm), and almsgiving (Zakat) into deeper acts of devotion, focusing on the inner dimensions of these practices. Ehsan in worship involves an acute awareness of God's presence, leading to mindful, heartfelt engagement.

Keywords: Excellence, Islamic Law, Spiritual Practices, Ethical Decision-Making

دین اسلام ایک کامل اور مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے۔ جس کی تعلیمات دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی کی ضامن ہیں۔ اسلام ہمارے لیے تمام شعبہ ہائے زندگی میں رہنمائی مہیا کرتا ہے، اسلام اپنے ماننے والوں کو احسان یعنی حسن وخوبی کا سبق دیتا ہے۔ اور یہ اسلام ہی دنیا کا واحد دین ہے جس نے امور دینیہ سے لے کر دنیاوی معاملات تک کو حسن وخوبی اور اچھائی کے ساتھ سرانجام دینے کا حکم دیا ہے۔

احسان کا لفظی معنیٰ "اچھا برتاؤ اور نیک عمل" ہے۔[1] دین اسلام میں اس کا وسیع اور جامع مفہوم یہ ہے کہ امور شرعیہ وعبادات اور دنیاوی معاملات میں بھی ہر کام حسن وخوبی، اچھائی اور سلیقہ شعاری سے سرانجام دینا۔

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ امور ومعاملات کی ادائیگی اور تکمیل میں حسن وخوبی اور اچھائی وعمدگی کا ایک خوبصورت مرقع ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کو اپنانے سے انسان احسان وخوبصورتی کا پیکر بن جاتا ہے۔ آپ

---

[1] قاسمی، مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2010ء)، ص:339
Qāsimī, Mawlānā Wahīd az-Zamān, Qāsimī Kī Rānōwi, al-Qāmūs al-Wahīd, (Lahore: Madrasa Islamiyāt, 2010), p. 339

ﷺ کی تعلیمات میں ہمیں جہاں احسان کی اہمیت نظر آتی ہے وہاں پر بے ترتیبی، بے ڈھنگا پن اور بے کیفی کی مذمت بھی بیان کی گئی ہے۔ آپ ﷺ اگر کوئی غیر منظم چیز دیکھتے تو کراہت محسوس کرتے، عمدگی اور سلیقہ شعاری کی ہمیشہ تعریف فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی زبانی ہر چیز میں حسن اور عمدگی کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَىْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ"[1]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں احسان (حسن کاری، اچھی طرح کام سرانجام دینا) واجب قرار دیا ہے، پس جب تم (کسی دشمن کو) قتل کرو تو اچھے انداز میں قتل کرو (یعنی اسے کم سے کم تکلیف دو، مُثلہ نہ کرو، اعضاء نہ کاٹو) اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو (جس سے جانور کو کم سے کم تکلیف پہنچے) اور ذبح کرنے والے کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کرلے اور چاہیے کہ وہ یوں اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔"

آپ ﷺ کی تعلیمات میں اور حسین عادات و خصائل میں ایک خوبصورت عادت کریمہ و خصلت حسنہ یا طبعی ذوق یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ دین و دنیا کے ہر چھوٹے بڑے کام عملی جامہ پہنانے میں فنی مہارت، پختگی، عمدگی، نفاست، منصوبہ بندی، صفائی ستھرائی، حسن ترتیب، نظم وضبط، تہذیب وشائستگی، بردباری، وقار، اذیت رسانی سے گریز، احتیاط اور خوبصورتی کو پسند فرماتے تھے، اسی طرح کسی بھی چیز اور معاملہ میں ناپختگی، بدہیئتی، بدصورتی، بدنظمی، بے ڈھنگا پن اور بے ترتیبی کا مظاہرہ گوارہ نہیں تھا۔ کام کو محض خانہ پُری، جان چھڑانے، صرف کاروائی ڈالنے اور سر کا بوجھ اُتارنے کے انداز میں کرنا قطعاً ناپسند تھا۔

احسان وحسن وجمال کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] القشيري، مسلم بن حجاج، الصحيح لمسلم، (لاہور: خالد احسان پبلشر، اگست 2004ء)، كتاب الصيد والذبائح، باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحديد، رقم الحديث: 5055

Al-Qashshiri, Muslim bin Hajjaj, Al-Sahih al-Muslim (Lahore: Khaleed Ahmad Publishers, August 2004), Book of Sacrifice and Animals, Chapter on the Explanation of Sacrifice and Killing, Hadith no. 5055.

"إنَّ اللهَ جميلٌ يُحِبُّ الجمالَ" [1]

"بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے، خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔"

مذکورہ حدیث میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف خوبصورتی کی نسبت سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عمدگی اور خوبصورتی ہر کام و عمل میں مطلوبِ شریعت ہے۔ اور آپ ﷺ نہ صرف عمدگی و نفاست کو پسند فرماتے بلکہ اس کی تحسین بھی فرماتے۔

دین اسلام نے خوبصورتی کا تعلق صرف انسانی کی زندگی تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ موت کے بعد بھی اسے ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ کسی مردہ کو کفن پہنانے میں حسن کاری یا نفاست کا لحاظ رکھنا بظاہر کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، کیونکہ کفن کے اچھا یا برا ہونے، عمدہ یا ناقص ہونے، خوبصورت یا بدصورت ہونے سے میت کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں، نہ اسے کسی قسم کے حسن و جمال کی ضرورت ہے، اس کے باوجود اہل اسلام میں حسن کاری اور نفاست و نظافت کا عمومی ذوق اور عمومی عادت پیدا کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے خوبصورت کفن پہنانے کی ہدایت فرمائی۔

چنانچہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

أنَّ النَّبيَّ ﷺ خَطَبَ يَوْمًا، فَذَكَرَ رَجُلًا مِن أَصْحابِهِ قُبِضَ، فَكُفِّنَ في كَفَنٍ غيرِ طائِلٍ، وَقُبِرَ لَيْلًا، فَزَجَرَ النَّبيُّ ﷺ أَنْ يُقْبَرَ الرَّجُلُ باللَّيْلِ حتّى يُصَلّى عليه، إلّا أَنْ يُضْطَرَّ إنْسانٌ إلى ذلكَ، وَقالَ النَّبيُّ ﷺ: إذا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخاهُ، فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ.[2]

"نبی کریم ﷺ نے ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا تو اس میں اپنے صحابہ میں سے ایک آدمی کا ذکر فرمایا، جو کہ فوت ہو گیا تھا۔ اور جسے ناکافی کفن میں رات کے اندھیرے میں دفن کر دیا گیا تھا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے کسی آدمی کو رات میں دفنانے پر تنبیہ فرمائی، یہاں تک کہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھ لی جائے، الا یہ کہ کوئی مجبوری ہو۔ علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کفن دے تو اسے اچھا کفن دے۔"

---

[1] القشيري، الصحيح لمسلم، كتاب الايمان، باب تحريم الكبر وبيانه، رقم الحديث: 91

[2] القشيري، الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، باب في تحسين كفن الميت، رقم الحديث: 943

نبی رحمت ﷺ نے بیانِ جواز اور آسانی پیدا کرنے کے لیے مختلف اوقات میں مختلف رنگوں کا لباس استعمال کیا، اسی طرح بعض اوقات قیمتی لباس بھی زیب تن فرمایا۔ تاہم سفید لباس آپ ﷺ کا پسندیدہ لباس تھا، کیونکہ اس میں جہاں خوبصورتی ہے وہاں اور وقار اور نفاست کا پہلو بھی موجود ہے۔ اس لیے آنجناب ﷺ نے اسے نا صرف اپنے لیے بلکہ دوسروں، حتیٰ کہ مُردوں کے کفن کے لیے بھی پسندیدہ قرار دیا۔ چنانچہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ"[1]

"تم اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنا کرو، کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ صاف ہوتے ہیں، اور انہی سفید کپڑوں میں اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو۔"

مذکورہ روایت اس پر شاہد عدل ہے کہ دین اسلام خوبصورتی، حسن وجمال اور نظافت ونفاست کا کس قدر اہتمام کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں میں یہ شعور کس قدر ترغیب کے ساتھ پیدا کرتا ہے۔ اور اسلام کی طرف یہ نفاست کا اہتمام بعض ایسے ایسے معمولی کاموں میں بھی کیا گیا ہے جن کو ظاہری طور پر بالکل عام معاملات سمجھا جاتا ہے۔ جیسے تھوکنا انسان کی ایک ادنیٰ سی طبعی ضرورت ہے، معلم انسانیت ﷺ نے اس معاملے میں بھی حسن کاری اور کچھ اہم آداب کی تعلیم دی ہے۔ ایسا نہیں کہ جہاں جی چاہا، اور جیسے جی چاہا، یہ ضرورت پوری کر لی۔ ان آداب کا لحاظ نہ کرنے پر آنحضرت ﷺ نے اس قدر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا، اس کا اندازہ درج ذیل روایت سے لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو سہلہ السائب رضی اللہ عنہ بن خلاد جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں، روایت کرتے ہیں:

"أَنَّ رَجُلاً أَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِى الْقِبْلَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- حِينَ فَرَغَ « لاَ يُصَلِّى لَكُمْ ». فَأَرَادَ بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُصَلِّىَ لَهُمْ فَمَنَعُوهُ وَأَخْبَرُوهُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَقَالَ « نَعَمْ ». وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ «

---

[1] النسائي، احمد بن شعيب، السنن، (لاہور: اسلامی اکادمی، 2014ء)، كتاب الجنائز، باب أي الكفن خير، رقم الحديث: 5324

Nisā'ī, Ahmad bin Shu'aib, al-Sunan, (Lāhūr: Islāmī Akādēmī, 2014), vol. 1, Kitāb al-Jinā'iz, Bāb al-Kafn Khayr, Ḥadīth no. 5324.

إِنَّكَ آذَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ"[1]

"بے شک آدمی کچھ لوگوں کی امامت کیا کرتا تھا، تو اس نے قبلہ کی جانب تھوک دیا اور رسول اللہ ﷺ اسے دیکھ رہے تھے تو آپ ﷺ جب فارغ ہوئے تو فرمایا: اب یہ آدمی تمہیں نماز نہ پڑھائے۔ تو اس کے بعد اس نے لوگوں کو نماز پڑھانا چاہی تو انہوں نے اسے روک دیا اور اسے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم سے آگاہ کیا، اب اس نے یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں میں نے ہی ایسا حکم دیا ہے۔ اور (راوی کہتا ہے کہ) میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: کہ بے شک تو نے اس ہتک سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے۔"

قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکنے کے علاوہ پبلک مقامات، گھر، دفتر اور مجلس میں ہی تھوک دینا کس قدر طہارت و نظافت کے خلاف، نفاست سے دور، طبی نقطہ نظر سے کتنا نقصان دہ، کس قدر اذیت اور گھن کا باعث اور تہذیب و وقار کے خلاف ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔

شریعت مطہرہ احسان کو کیسے فروغ دیتی ہے، یہ اس بات سے مزید واضح ہوتا ہے کہ اہل اسلام میں حسن پسندی اور نفاست طبع کی سوچ ذوق اور کلچر کو فروغ دینے کے لیے سیرتِ نبوی ﷺ میں یہ معمول بھی نظر آتا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی بھی کام میں حسن کارکردگی، عمدگی، فنی مہارت اور نفاست کا مظاہرہ کرتا تو نبی رحمت ﷺ نہ صرف اس کی زبانی تحسین فرماتے بلکہ بعض اوقات اسے نقد انعام واکرام سے بھی نوازتے تھے، یہ طرزِ عمل انسانی نفسیات کے مطابق جہاں اس آدمی کی حوصلہ افزائی کا سبب ہے وہاں دوسرے لوگوں کو اس جیسے کام کی ترغیب اور شوق دلانے کا بھی مؤثر ذریعہ ہے۔ اس کی ایک مثال پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ پیش کرتے ہیں:

فتح مکہ کے بعد مشہور شاعر زُہیر بن کعب رضی اللہ عنہ جب قبول اسلام کے لیے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور ان کی جسارت، دیدہ دلیری اور حضور ﷺ کی مسلسل ہجو گوئی اور گستاخی کے باعث مباح الدم قرار دیے جانے کے

---

[1] السجستاني، سليمان بن أشعث، ابوداود، السنن، (لاہور: دارالسلام، 1427ھ)، كتاب الصلاة، باب فى كراہية البزاق فى المسجد، رقم الحديث: 481
Salajstani, Salim bin Ash'ath, Abudawudh, Sunnah, (Lahore: Dar al-Salam, 1427H), Kitab al-Salat, Bab Fi Kharahi al-Buzzaq Fi al-Masjid, Number of Hadith: 481

باوجود نبی رحمت ﷺ نے ان سے کمال عفوودرگزر کا معاملہ فرمایا تو حضورِ اکرم ﷺ کی اس کرم نوازی سے متاثر ہو کر انہوں نے آپ ﷺ کی شان میں عربی ادب کا ایک شاہکار قصیدہ "قصیدہ لامیہ" پیش کیا، جس کا پہلا مصرعہ ہے:

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

اس قصیدہ میں انہوں نے جس حسنِ کلام، فصاحت وبلاغت، فنی مہارت اور جامعیت سے حضورِ اکرم ﷺ کی تعریف وتوصیف اور کمالات کے موتی پروئے اس پر خوش ہو کر نبی رحمت ﷺ نے اپنی چادر مبارک اتار کر انہیں بطورِ انعام عطا کر دی۔ انہوں نے کمال عقیدت سے یہ چادر ساری عمر بڑی حفاظت سے اپنے پاس رکھی۔[1]

دین ودنیا کے کسی بھی کام میں خوبصورتی اور نفاست پیدا کرنے کے لیے عقلاً اور نقلاً ضروری ہے کہ اسے پورے غور وفکر سے سوچ سمجھ کر انجام کو مد نظر رکھتے ہوئے، پورے اطمینان وحوصلے سے اور پُر وقار انداز میں سر انجام دیا جائے۔ ورنہ وہ کام بدصورت ہی نہیں، خراب بھی ہو گا اور انسان کی ساری محنت رائیگاں جائے گی۔ ایک حدیث نبوی میں غور وفکر اور بُردباری سے کام سر انجام دینے کو پیغمبرانہ وصف قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سرجس المزنی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"السَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّؤَدَةُ وَالِاقْتِصَادُ جُزْءٌ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ"[2]

"خوبصورت طرزِ عمل، غور وفکر اور بُردباری سے کام کرنا اور میانہ روی اختیار کرنا نبوت کا چوبیسواں جزو ہے۔"

لوگوں کا آپس میں ملنا اور ملاقات کرنا ایک معاشرتی ضرورت ہے، شریعت اسلامیہ اس موقع پر بھی نفاست اور حسن وجمال سبق دیتی ہے۔ کیونکہ دوست احباب سے ملاقات اور ملنے جلنے کے موقع پر عام استعمال

---

[1] الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی ﷺ، (لاہور: ضیاالقرآن پبلی کیشنز، 1420ھ)، ج:4، ص:461
Alazhari, Muhammad Karam Shah, Peer, Dhiaiya al-Nabi alaihiswalathu wa salam, (Lahore: Dhiaiyal Quran Publications, 1420H), Juz: 4, Page: 461

[2] ترمذي، محمد بن عيسىٰ، الجامع الترمذي، (الرياض: مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، 1417ھ)، ابواب البروالصلة، باب ما جاء في التاني والعجلة، رقم الحديث: 2010
Termizi, Muhammad bin Isa, Jami' al-Tirmizi, (Al-Riyadh: Maktabat al-Ma'arif li-l-Nashr wa al-Tawzi', 1417H), Kitab Abi al-Baroul al-Salli, Bab Ma Ja'a Fi al-Tani'i Wa al-'Ujlati, Hadith Number: 2010

کے لباس کی جگہ اگر خوبصورت لباس پہن لیا جائے اور ا بھی ہیئت بنالی جائے تو یقیناً ملاقاتی اس سے اچھا تاثر لیں گے اور کسی قسم کے انقباض کی بجائے دلی مسرت بھی محسوس کریں گے۔اس لیے ایسے مواقع پر دین اسلام نے بننے سنورنے کی ہدایت فرمائی ہے۔اس معاملے میں آپ ﷺ کا ذاتی طرزِ عمل بھی واضح اور عیاں ہے۔اس کے علاوہ حضرت قیس بن بشر التغلبی کہتے ہیں کہ میرے والد سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں بیٹھے تھے، وہاں اللہ کے رسول ﷺ کے انصاری صحابہ میں سے ایک اور آدمی بھی تھے جن کا نام ابن الحنظلیہ تھا، وہ تنہائی پسند آدمی تھے، بہت کم لوگوں کے پاس بیٹھتے تھے، نماز پڑھ کر لوٹتے تو سارا راستہ تکبیر، تسبیح اور تہلیل میں مصروف رہتے، یہاں تک کہ اپنے اہل خانہ کے پاس آجاتے، ایک دن وہ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم لوگ اس وقت حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، انہوں نے سلام کیا تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ہمیں کوئی ایسی بات ارشاد فرمایئے جو ہمیں تو نفع دے اور خود جناب کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔اس پر انہوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے ایک سفر سے واپسی پر ہمراہی صحابہ سے فرمایا تھا:

إنّكم قادِمونَ على إخوانِكم، فأحْسِنُوا لِباسَكم، وأصْلِحُوا رِحالَكم حتّى تَكونُوا كأنّكم شامةٌ في النّاسِ، إنَّ اللهَ لا يُحِبُّ الفُحْشَ والتَّفَحُّشَ [1]

"بے شک تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو، لہٰذا اپنے خوبصورت لباس پہن لو اور کجاووں کو درست کر لو، حتیٰ کہ تم اس قدر بن سنور لو کہ گویا تم لوگوں کے درمیان ایک خوشبو ہو، بے شک اللہ تعالیٰ بُرائی اور بدکلامی یا گالی گلوچ کو پسند نہیں فرماتا۔"

نبی رحمت اور محسن انسانیت ﷺ نے ذاتی وضع قطع، بودوباش اور دوسرے دینی و دنیوی امور و معاملات میں طہارت و نظافت، نفاست، صفائی ستھرائی اور حسن و جمال کو ہمیشہ مد نظر رکھا ہے۔تو اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ظاہر کا اثر لامحالہ باطن پر بھی پڑتا ہے۔جس کی تائید بعض نصوص اور تجربہ و مشاہدہ سے بھی ہوتی ہے۔اور حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا امتی ظاہر کے ساتھ باطن کے اعتبار سے بھی خوبصورت (خوب سیرت)

---

[1] نیسابوري، محمد بن محمد، حاكم، مستدرک الحاكم، (بیروت: دارالكتب العلميه، 1990ء)، ج: 7، ص: 223

Nasībūrī, Muḥammad b. Muḥammad, al-Ḥākim, al-Mustaṣfī al-Ḥākim, (Beyrūt: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, 1990), vol. 7, pg. 223

ہو۔ چنانچہ ہمارا روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ نہانے اور غسل کے ذریعے بدن کو صاف ستھرے کرنے پر آدمی کی روح بھی بشاشت محسوس کرتی ہے، اس کے برعکس جسم گندا، میلا کچیلا، پسینے سے شرابور اور بدبودار ہو تو یہ بدبو روح میں بھی سرایت کرنے لگتی ہے، اسی لیے جمعہ کے دن بطورِ خاص غسل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسی طرح لباس اور بدن کے کپڑے صاف ستھرے ہوں تو دل میں بھی انبساط کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ جبکہ میلے کچیلے اور گندے کپڑوں کی صورت کی میں آدمی انقباض سا محسوس کرتا ہے۔ اور اگر کپڑوں پر عطر، خوشبو اور پرفیوم وغیرہ لگا ہو تو مزید مسرت اور شادمانی کے جذبات ابھرنے لگتے ہیں، جبکہ نجاست کی حالت میں بے چینی اور بے زاری کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ظاہری اعمال وکیفیات کس طرح باطن پر اثر انداز ہوتی ہیں؟ اس کی وضاحت کے لیے درج مثال کافی ہے۔

نماز، روزہ، حج وغیرہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طور طریقوں کا نام ہے۔ جس کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور انکساری سے پیش ہونا، اور اپنے آپ کو رب کی اطاعت وفرمانبرداری میں دینا ہے۔ اس کے باوجود اسلام کی تمام تر عبادات حسن ظاہر کے ساتھ ہی متصف نظر آتی ہیں، بلکہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی مکرم ﷺ سے احسان کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے عبادت میں خشوع وخضوع کے اعلیٰ درجے کو احسان قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ "[1]

"یہ کہ تو اللہ کی عبادت کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر یہ نہیں تو بے شک وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔
"

باجماعت نماز کا ادا کرنا مسلمانوں کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے، اب اسی جماعت کی کیفیت پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کس چیز کا نام ہے؟ دراصل جماعت اجتماعیت کے حسن کا نام ہے۔ اور اس میں کھڑے ہونے کے لیے شریعت نے فرشتوں کی صفوں کی طرح صفیں درست کرنے کا حکم دیا۔ کوئی آگے کوئی پیچھے، کوئی

[1] القشيري، الصحيح لمسلم، كتاب الايمان، باب الإِيمَانُ مَا هُوَ وَبَيَانُ خِصَالِهِ، رقم الحديث: 97
al-Qaṣhīrī, al-Ṣaḥīḥ lilmuslim, Kitāb al-Īmān, Bāb al-Īmānū mā hūwa wa bayān ukhriṣālīhī, Riqmaz al-Ḥadīth: 97.

سیدھا، کوئی ٹیڑھا کھڑا ہو یہ شریعت کو قطعاً گوارہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک خط، لائن اور ایک زاویے پر کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ کتنی عمدگی، کتنی نفاست ہے اس باجماعت نماز کے انداز میں بھی کہ جسے دیکھ کر دیکھنے والا کبھی متاثر ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا، اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے متعدد احادیث میں باجماعت نماز کے لیے صف بندی، صفوں کی درستگی اور تیر کی طرح سیدھا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اس تلقین اور تاکید میں حکمت یہ بتائی ہے کہ اگر تم صفوں کو درست نہیں رکھو گے تو اس ظاہری نادرستگی اور ٹیڑھے پن کا اثر یہ ہوگا کہ اللہ تمہارے دلوں کو ٹیڑھا کر دے گا اور تمہارے درمیان اختلاف پیدا فرمادے گا۔ چنانچہ دوہری تاکید کے الفاظ میں فرمایا:

"لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ"[1]

"ہر قیمت پر اپنی صفیں سیدھی رکھو، ورنہ اللہ تمہارے درمیان مخالفت پیدا فرمادے گا۔"

دانتوں کی صفائی جہاں انسانی وقار میں اضافے کا سبب ہے وہاں اللہ کی خوشنودی اور طبی نقطۂ نظر سے متعدد فوائد کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔ اس کے برعکس جو آدمی دانتوں کی صفائی کا خیال نہیں رکھتا وہ اپنا دہرا نقصان کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول بھی ناخوش، اور لوگ بھی اس کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ اس سے نفرت کرتے ہیں، علاوہ ازیں دانتوں کی گندگی کئی بیماریوں کی جڑ ہے۔ آج میڈیکل سائنس نے برسوں کی تحقیق کے بعد یہ ثابت کر دیا ہے کہ دانتوں کی گندگی بدنی صحت و تندرستی کے لیے نقصان دہ اور کئی بیماریوں کا سبب بن سکتی ہے۔ جدید طبی تحقیق کے مطابق معدے کی صحت کا دارومدار دانتوں کی صفائی پر ہے اور پورے بدن کی عمومی صحت اور تندرستی کا انحصار معدے کی صحت پر ہے۔ اس لیے نبی رحمت ﷺ نے دانتوں کو ہمیشہ صاف رکھنے کے لیے مسواک کرنے پر بطورِ خاص زور دیا ہے۔ آپ ﷺ کے نزدیک مسواک کی اہمیت وضرورت کا اندازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی آپ ﷺ کے اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ "[2]

---

[1] البخاري، محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح، (الرياض: مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، 1417ھ)، كتاب الاذان، باب تسوية الصفوف عند الاقامة وبعدها، رقم الحديث: 717

Bukhari, Muhammad b. Ismail, Al-Jami' al-Sahih, (Riyadh: Maktabat al-Ma'arif li-l-Nashr wa-l-Tawzi', 1417H), Kitab al-Adhan, Bab Taswiyat al-Saffa'inda al-Iqaamah wa ba'dah, Rasm al-Hadith: 717

[2] بخاري، الجامع الصحيح، كتاب الصوم، باب السواك الرطب واليابس للصائم، رقم الحديث: 1934

"اگر میں اپنی امت پر مشقت کا باعث نہ سمجھتا تو انہیں ہر وضوء کے وقت مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔"

اور مسواک کی برکت اور فوائد کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ [1]

"مسواک کرنا منہ کی پاکیزگی اور رب کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی رضا، بندہ مومن کے لیے اس کی زندگی کا سب سے بڑا ہدف ہے۔ جس کے حصول کے لیے وہ تمام نیک اعمال بجالاتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، خیرات اور عبادات واحکام کو بجالانے کا مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں، اور یہ اتنا بڑا فائدہ مسواک کے ذریعے بندہ مسلمان کو نصیب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام اور شارحین عظام نے ان احادیث کے تحت مسواک کے بہت سے فوائد نقل کیے ہیں، حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ اور مایہ ناز تصنیف زاد المعاد میں مسواک کے پندرہ فوائد بیان فرماتے ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1 مسواک منہ کو صاف کرتی ہے۔
2 تالو کو مضبوط کرتی ہے۔
3 بلغم کو ختم کرتی ہے۔
4 بینائی کو صاف کرتی ہے۔
5 گڑھوں کو ختم کرتی ہے۔
6 معدے کو تندرست اور صحیح کرتی ہے۔
7 آواز کو صاف کرتی ہے۔
8 ہاضمے میں معاون ہوتی ہے۔
9 نیند کو ختم کرتی ہے۔
10 تلاوت کے لیے تازہ دم بناتی ہے۔
11 نماز کے لیے چست کرتی ہے۔
12 ذکر کے لیے چست کرتی ہے۔
13 رب کی رضا کا ذریعہ بنتی ہے۔
14 فرشتوں کو خوش کرتی ہے۔
15 نیکیوں میں اضافہ کرنے کا سبب بنتی ہے۔[1]

Bukhari, Al-Jami' al-Sahih, Kitab al-Saum, Bab al-Suwak al-Rutb wa al-Yaabis li-l-Saa'im, Rasm al-Hadith: 1934

[1] ایضا

ibid

ہمارے شیخ اور محسن ومربی، شیخ الحدیث حافظ عبد اللہ رفیق حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میری لاہور کے علاقہ داروغہ والا میں ایک دانتوں کے ماہر ڈاکٹر سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میں نے جہاں پر بھی سرکاری ملازمت کی ہے، میں اپنے کلینک میں جاتے ہی تازہ مسواک کا مطالبہ کرتا ہوں، اوراس ڈینٹل سپیشلسٹ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ تازہ مسواک کے فوائد کو شمار کرنا ناممکن اور محال ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ چاہتے تھے کہ اہل ایمان بھی صاف ستھر الباس پہنیں، اس کے برعکس اگر کسی کے بدن پر میلا کچیلا لباس نظر آتا تو طبیعت پر ناگوار گزرتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک آدمی کو میلے کچیلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا:

"أَمَا كَانَ هَذَا يَجِدُ مَاءً يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ" [2]

"کیا یہ آدمی کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس سے اپنے کپڑے ہی دھولے۔"

صاحب حیثیت لوگوں کا بالکل گھٹیا قسم کا لباس پہننا آنجناب ﷺ کو بالکل پسند نہیں تھا۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق کپڑے پہنے۔ تاکہ اللہ کو نعمت اور دین ان کے جسم پر بھی نظر آئے۔ گویا یہ بھی ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا طریقہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابو الاحوص الجشمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے بدن پر گھٹیا قسم کے کپڑے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ مال ودولت ہے؟ میں نے عرض کیا، ہاں موجود ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کون سا مال ہے؟ میں نے بتایا: ہر قسم کا مال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، گھوڑے اور غلاموں میں سے ہر قسم کا مال عطا فرمار کھا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

"فَإِذَا آتَاكَ اللَّهُ مَالًا فَلْيُرَ عَلَيْكَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللَّهِ وَكَرَامَتِهِ." [3]

---

[1] جوزي، ابن القيم، حافظ، زادالمعاد في هدي خير العباد، (بيروت: مؤسسة الرساله، 1986ء)، ج: 4، ص: 323

Juzi, Ibn al-Qayyim, al-Harith al-Muhasibi, Zada al-Ma'ad fi Hadyi Khayr al-'Ibad, (Beirut: Dar al-Risalah, 1986), vol. 4, p. 323

[2] السجستاني، سليمان بن اشعث، ابوداؤد، السنن، كتاب اللباس، باب في غسل الثوب وفي الخلقان، رقم الحديث: 4062

Al-Sijistani, al-Salih bin Ash'ath, Abul Dawud, Al-Sunan, Kitab al-Lubas, Bab Fi Ghusl al-Thawb Wa Fi al-Khilqan, Hadith Number: 4026

[3] النسائي، احمد بن شعيب، السنن، بَابُ : الْجَلَاجِلِ، رقم الحديث: 5226

"جب اللہ کریم نے تجھے اس قدر مال عطا فرمار کھا ہے تو اللہ کی نعمت اور اس کی کرم نوازی کا اثر تمہارے جسم پر بھی دکھائی دینا چاہیے۔"

مطلب یہ ہے کہ عمدہ کپڑے پہننے کی گنجائش اور مالی طاقت ہوتے ہوئے محض کنجوسی اور بخل کی بناء پر عمدہ لباس کی بجائے گھٹیا قسم کا لباس پہن کر نداروں اور فقیروں کا حلیہ بنائے رکھنا، نبی کریم ﷺ کو قطعاً پسند نہ تھا۔

کسی بھی قسم کی بدہیئتی، بدصورتی، بے ڈھنگا پن چونکہ نبی رحمت ﷺ کے جمال پسند ذوق پر گراں گزرتا تھا، اس لیے ہر ایسی حرکت سے منع فرمادیا جس میں بدہیئتی پائی جاتی ہے۔ صرف ایک جوتا پہن کر چلنے میں چونکہ بدہیئتی، بدصورتی اور بے ڈھنگے پن کا مظاہرہ ہوتا ہے، دوسرے اس میں گرنے کا خطرہ ہو سکتا ہے، تیسرے یہ کام وقار کے بھی خلاف ہے، اس لیے حضور اکرم ﷺ نے سوائے کسی ضرورت اور مجبوری کے ایسے کرنے سے بھی منع فرمایا، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ لِيُحْفِهِمَا جَمِيعًا أَوْ لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا"[1]

"تم میں سے کوئی آدمی صرف ایک جوتا پہن کر نہ چلے، اسے چاہیے کہ دونوں جوتے پہنے یا دونوں کو اتار دے۔"

اس حدیث کی شرح میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: بظاہر اس حدیث میں ممانعت سے مقصود عادتاً ایسا کرنا ہے، لہٰذا کسی عارض کی وجہ سے تھوڑی بہت دیر ایسے چلے، مثلاً جوتا ٹوٹ جائے، یا کوئی عارض پیش آجائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اس حدیث کے ذیل میں علماء نے ایک موزہ اور ایک آستین پہننے کو بھی داخل فرمایا ہے۔ غرض معتاد طریقہ پر ہر چیز کو پہننا چاہیے۔ تکلف اور بے تمیزی سے احتراز کرنا چاہیے۔ جوتا پہننے کے آداب میں یہ امر بھی داخل ہے کہ پہنتے وقت پہلے دایاں پہنا جائے اور اتارتے وقت پہلے بایاں اور پھر دایاں جوتا اتارا جائے۔

انسان کو جب چھینک آتی ہے تو قدرتی طور پر اور غیر اختیاری انداز میں چہرے کی حرکات وسکنات اور شکل بڑی

Nisā'ī, Ahmad bin Shu'aib, al-Sunan, bab al-jlalil: 5226

[1] بخاري، الجامع الصحيح، كتاب اللباس، باب لايمشى في نعل واحدة، رقم الحديث: 5856
Bukhari, Al-Jami' al-Sahih, Kitab al-Libas, Bab Layyimshi fi Na'l Wahidah

ڈراؤنی اور بھدی سی بن جاتی اور عجیب سی آواز نکلتی ہے۔یہ صورتِ حال یابد ہیئتی کی کیفیت اگرچہ چند لمحوں کے لیے ہوتی ہے، تاہم تہذیب وشائستگی کے خلاف ہے۔اس لیے حضورِ اکرم ﷺ کو یہ بات پسند نہ تھا کہ چہرے کی اس ڈراؤنی اور بھدی شکل پر کسی دوسرے کی نظر پڑے اور اس پر ناگواری کے اثرات مرتب ہوں، اس لیے حکم فرمایا کہ ایسی صورتِ حال میں اپنے چہرے کو اپنے ہاتھ سے ڈھانپ لیا کرو اور اپنی آواز پست کرو۔[1]

اور اسلام کا تصورِ نفاست وحسن وجمال کتنا اعلیٰ اور عمدہ ہے کہ اس نفاست ونظافت کی نسبت بہت دفعہ باری تعالیٰ کی ذاتِ والا شان کی طرف کی جاتی ہے، جمائی چونکہ سُستی اور کاہلی کی علامت ہے جو ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں، اس لیے چھینک کے برعکس جمائی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللَّهَ فَحَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يُشَمِّتَهُ وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنْ الشَّيْطَانِ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ"[2]

"بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے اور جمائی کو ناپسند فرماتے ہیں، پس جب کسی کو کوئی چھینک آئے تو وہ اللہ کی تعریف کرے، اور جو مسلمان اسے سنے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کا جواب دے۔ اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے تو وہ اسے اپنی استطاعت کے مطابق اسے روکے، کیونکہ جب وہ جمائی میں ہاکی آواز نکالتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔"

انسانی زندگی عمل وفعل کا نام ہے، ہر انسان ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف ہوتا ہے۔ دائیں طرف کو قدرتی اور فطری طور پر ایک فوقیت، برتری، ترجیح، آسانی اور سہولت کا پہلو حاصل ہے۔ شاید اسی لیے نبی رحمت ﷺ ہر اچھے اور زینت وشرف والے کام کو دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ اس

---

[1] الحاكم، محمد بن عبدالله، المستدرك على الصحيحين، ج: 4، ص: 293
Al-Hākim, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, Al-Mustadrak ʿalā al-Ṣaḥīḥīn, vol. 4, p. 293

[2] البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الادب، باب ما يستحب من العطاس وما يكره من التثاؤب، رقم الحديث: 6223
Bukhārī, Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Aḍab, Bāb mā yastahhab min al-ʿAṭās wa mā yakrēh min al-Tathāwōb, Ḥadīth number: 6223

نوعیت کا کوئی کام سرانجام دیتے وقت اگر سنت نبوی کی نیت سے دائیں طرف سے شروع کر لیا جائے تو یقیناً مفت کا اجر و ثواب اور برکت بھی ہو گی، چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معمول اور پسند کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتی ہیں:

"كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُورِهِ وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ"[1]

"نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتا پہننے، کنگی کرنے، پاکی حاصل کرنے اور ہر اچھے کام میں دائیں جانب پسند تھی۔"

سبحان اللہ! کتنا عمدہ اور نفیس مزاج ہے اسلام اور پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کہ ہر اچھے کام میں دائیں جانب کو اختیار فرما کر اس کام کو خوبصورتی سے مزین کرتے ہیں۔ بایاں مقدم رکھنا جہاں پر خلاف شریعت ہے، وہاں پر انسانی فطرت اور جبلت کے بھی منافی اور بے ڈھنگا محسوس ہوتا ہے۔ اور کتنا شاندار اندازِ تربیت ہے اسلام کا کہ جوتا پہننے تک کے آداب اور طریقے بیان فرمائے، جو کہ ظاہری طور پر ایک عام اور معمولی سا کام سمجھا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل اسلام اپنے ماننے والوں کو انتہائی منظم، منتظم، خوبصورت، حسن وجمال سے متصف اور عمدگی کا دلدادہ دیکھنا چاہتا ہے۔ بیان کردہ ان چیزوں کے دائیں طرف سے آغاز کرنے میں ایک اصولی بات بیان کرتے ہوئے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "اس کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا وجود زینت اور شرافت ہے، اس کے پہننے میں دایاں مقدم ہوتا ہے۔ جیسے کپڑا، جوتا اور نکالنے میں بایاں مقدم۔ اور جس چیز کا وجود زینت نہیں اس کے کرنے میں بایاں مقدم کرنا چاہیے، جیسے پاخانہ جانا، کہ اس میں جاتے وقت بایاں پاؤں مقدم ہونا چاہیے اور نکلتے وقت دایاں۔ بر خلاف مسجد کے کہ اس کا قیام شرافت اور بزرگی ہے اس لیے مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اول داخل کرنا چاہیے اور نکلتے وقت بایاں پاؤں اول نکالنا چاہیے۔"[2]

---

[1] البخاري، محمد، الجامع الصحيح، كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، رقم الحديث: 168
Bukhari, Muhammad, Al-Jami' al-Sahih, Kitab al-Wudu', Bab al-Tayyimun fi al-Wudu' wa al-Ghusl, Number of Hadith: 168

[2] ترمذي، خصائل نبوي مع شمائل ترمذي، (لاہور: مكتبه قدوسيه، ، س-ن)، ص: 40

زیرِ بحث معاملے میں سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل تفسیر بھی عمدہ ہے۔ فرماتے ہیں، انسان کو ضرورت کے منشاء کے مطابق پاک وناپاک ہر قسم کے کاموں اور چیزوں میں ہاتھ ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ صفائی کا اقتضاء یہ تھا کہ انسان کے دونوں ہاتھ تقسیم کار کے اصول پر الگ الگ کاموں کے لیے خاص کر دیے جائیں۔ چنانچہ سب اچھے کاموں کے لیے داہنے ہاتھ کو اور رفع نجاست وغیرہ کے لیے بائیں ہاتھ کو خاص کر دیا گیا ہے۔اس تخصیص میں ایک طبی اور فطری مصلحت بھی ہے۔انسان کے زیادہ تر کام فطرتاًپاک اور مباح ہوتے ہیں، اور رفع نجاست وغیرہ کے کام کبھی کبھی ہوتے ہیں،اس لیے زیادہ تر کاموں کے لیے اس پہلو کو خاص کیا گیا ہے، جدھر قلب نہیں ہے یعنی دایاں پہلو، تاکہ کام کے ہچکولوں اور جھٹکوں سے قلب کو صدمہ نہ پہنچے۔یہی وجہ ہے کہ تمام انسان فطرتاًسب کام داہنے ہاتھ سے کرتے ہیں۔اور بایاں ہاتھ صرف اس کی مدد کے لیے لگاتے ہیں،اور یہی وجہ ہے کہ داہنے ہاتھ میں زیادہ پھرتی، چستی اور طاقت ہوتی ہے،اسی لیے کھانا پینا بھی داہنے ہاتھ سے چاہیے۔ صرف کھانے پینے کی خصوصیت ہی نہیں بلکہ شریعت نے اکثر باتوں میں اس کا خیال رکھا ہے۔بلکہ رسولِ رحمت جناب محمد ﷺ جب کسی چیز کو تقسیم کرتے تو بھی دائیں طرف سے شروع کرتے تھے۔

لباس انسانی حسن کا حصہ اور پہچان ہے،اسلام نے اس میں بھی رہنمائی کی، مردوں کا عورتوں کی یا عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا شریعت میں اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس پر جنت سے محرومی تک کی وعید بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ثلاثةٌ لا يدخلون الجنَّةَ أبدًا الدَّيوثُ والرَّجُلةُ من النِّساءِ ومدمنُ الخمرِ قالوا يا رسولَ اللهِ أمّا مدمنُ الخمرِ فقد عرفناه فما الدَّيوثُ قال الَّذي لا يُبالي من دخل على أهلِه فقلنا فما الرَّجُلةُ من النِّساءِ قال الَّتي تشبَّهُ بالرِّجالِ"[1]

”تین آدمی کبھی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔”1“دیوث”2“عورتوں میں سے وہ جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے”3“بوڑھا شرابی۔ صحابہ کرام نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! بوڑھا

Bani, Nasiruddin, Shahih al-Targhib wa al-Tarhib, (Riyadh: Maktabat al-Ma'arif, s.n.), vol. 1, p. 228

[1] الباني، ناصرالدين، صحيح الترغيب والترهيب، (الرياض: مكتبة المعارف، س-ن)، ج: 2، ص: 228
Bānī, Nāscar al-Dīn, Šahīh al-Tarğīb wa-l-Tarḥīb, (al-Riyāḍ: Maktabat al-Maʿārif, s-n), vol. 2, p. 228.

شرابی تو ہمیں معلوم ہے، یہ دیوث کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیوث وہ شخص ہے جس کی بیوی کے پاس غیر محرم آئے اور وہ غیرت محسوس نہ کرے۔ پھر صحابہ کرام نے عرض کی، عورتوں میں سے مرد بننے والی عورت کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جو مردوں سے مشابہت اختیار کرے۔"

اس حدیث میں "ابدا" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جن کا اصل معنی تو ہمیشہ ہمیشہ ہے۔ جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ مذکورہ تین قسم کے افراد قطعاً اور کسی صورت بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کلمہ پڑھنے والے تمام افراد بالآخر جنت میں جائیں گے، اگرچہ اپنے گناہوں کی سزا لینے کے بعد ہی جائیں گے۔ اس صورت میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ لوگ بھی بالآخر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ لیکن ایک لمبے زمانے کے بعد اور اپنے گناہوں کی معافی کروا لینے کے بعد ہی جنت میں جائیں گے۔

اور مزید یہ کہ اسلام نے غیروں کی نقالی اور مشابہت سے منع کیا اور اس بارے میں ابوداؤد میں مروی روایت کی سند کو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جید قرار دیا ہے۔[1] اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔[2]

شریعت اسلامیہ نے کھانے پینے کے آداب میں بھی حسن وجمال اور نفاست کو ترجیح دی ہے، بے ڈھنگے انداز وکیفیات سے سخت نفرت کی ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے کھانے پینے کے بہت سے آداب بیان فرمائے ہیں، جن میں شائستگی اور وقار کے ساتھ ساتھ صحت وتندرستی کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ان میں ایک ادب دائیں ہاتھ سے کھانا پینا ہے۔ ہمارا ہر روز کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ دائیں ہاتھ، دائیں انگوٹھے اور دائیں پنجے میں جتنی قوت وطاقت اور زور ہوتا ہے وہ بائیں ہاتھ میں نہیں، اسی طرح دائیں ہاتھ کی گرفت بھی جتنی مضبوط ہوتی ہے، بائیں ہاتھ کی اس

---

[1] ابن تیمیه، احمد بن تیمیه، شیخ الاسلام، اقتضاء الصراط المستقیم، (لاہور: دارالسلام، 2007ء)، ص: 39

Ibn Taymiyyah, Ahmad ibn Taymiyyah, Shaykh al-Islam, al-Qaṣṭadh al-Mustaqīm (Lahore: Dār al-Salām, 2007), p. 39

[2] ابن حجر، احمد بن حجر، عسقلانی، مقدمه فتح الباري، (لاہور: دارالسلام، 1997ء)، ج: 1، ص: 222

Ibn Hajar, Ahmad ibn Hajar, 'Usqalānī, Muqaddamah Fath al-Bāriyy (Lahore: Dār al-Salām, 1997), vol. 1, p. 222

طرح نہیں ہوتی، علاوہ ازیں کوئی کام ہم دائیں ہاتھ سے جس طرح آسانی اور ٹھیک طریقے سے کر سکتے ہیں اس طرح بائیں ہاتھ سے نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ بائیں ہاتھ سے کھانے پینے میں ایک ایسی باطنی قباحت بھی ہے جسے صرف نبوت کی آنکھ ہی دیکھ سکتی تھی، وہ یہ کہ ایسا کرنا شیطان کا کام ہے۔ شاید انہی وجوہ کی بنیاد پر نبی رحمت ﷺ نے دائیں ہاتھ سے کھانے پینے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ" [1]

"جب تم میں سے کوئی آدمی کھانا کھائے تو اسے چاہیے کہ دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب وہ پیئے تو اپنے دائیں ہاتھ سے پیئے، کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔"

کھانے پینے کے معاملات میں بھی اعتدال و توازن میں عمدگی قرار دی، چنانچہ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا (عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"كُلُوا وَاشْرَبُوا وَتَصَدَّقُوا وَالْبَسُوا غَيْرَ مَخِيلَةٍ وَلَا سَرَفٍ"[2]

"کھاؤ، پیؤ، صدقہ کرو اور پہنو۔ بغیر تکبر اور فضول خرچی کے۔"

کسی بھی آدمی کے تعارف میں سب سے پہلی چیز اس کا نام ہوتا ہے۔ نام سے انسان کی پہچان ہوتی ہے، اور بعض دفعہ کوئی آدمی کسی کے نام سے ہی متاثر ہو جاتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے ناموں کے رکھنے میں بھی انتہائی نفاست و حسن و جمال کا درس دیا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی چونکہ خود بے مثال حسین و جمیل اور حسن و جمال پسند تھی اس لیے آپ ﷺ ہر چیز میں خوبصورتی کو پسند فرماتے تھے۔ یہ مزاج یا جمالیاتی ذوق اس حد تک غالب

---

[1] القشيري، مسلم بن حجاج، الصحيح لمسلم، كتاب الاشربه، باب آداب الطعام والشراب واحكامهما، رقم الحديث:5265

Al-Qashshīrī, Muslim ibn Ḥujāj, Al-Ṣaḥīḥ lil-Muslim, Kitāb al-Ashrāb, Bab Ādāb al-Taʿām wa al-Sharāb wa Aḥkāmhūmā, Rasīl: 5265

[2] احمد بن حنبل، امام، مسنداحمد، (مؤسسة الرساله، الطبعة الثانيه 1420ھ)، ج:11، ص: 294

Imām Ahmad ibn Hanbal, Musnad Ahmad (Majmaʿ al-Rasāʾil, Nashr al-Ṭabaʿ al-Thānīya 1420 H.), Juzʾ 11, S. 294

تھا کہ کسی بچے یا آدمی کا نام بھی اچھا نہ ہوتا تو اس کو خوبصورت اور بامعنیٰ نام میں تبدیل فرمادیتے۔ اسی طرح اگر کسی نام کو غلط معنیٰ میں لیے جانے کا امکان ہوتا، یا اس نام سے کسی قسم کی بڑائی کا اظہار ہو رہا ہوتا تو اس نام کو بھی تبدیل فرمادیتے۔ اور نام کے اچھا یا برا ہونے کے ساتھ اس کے اچھے یا بُرے اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں، جنہیں صرف پیغمبر ہی اپنی وحی کی آنکھ، نورِ نبوت اور پیغمبرانہ بصیرت وفراست سے دیکھ سکتا ہے۔ عام آدمی کے لیے ان غیر مرئی اور معنوی اثرات کو دیکھنا یا محسوس کرنا ممکن نہیں، اس لیے نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ" [1]

"بے شک تم لوگ قیامت کے دن اپنے ناموں اور اپنے آباء کے ناموں کے ساتھ پکارے جاؤ گے۔ اس لیے اپنے (بچوں کے) نام اچھے رکھا کرو۔"

مذکورہ بالا حدیث سے ہمارے معاشرے میں پیش آنے والے ایک اہم اشکال کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ روزِ محشر ہر کسی کو اس کے باپ کی بجائے ماں کے نام سے پکارا جائے گا، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بات بلا دلیل وبے سند ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے ذریعے اس سے مختلف معاملہ بیان کیا گیا ہے۔ اور لا محالہ ہمارے لیے دلیل اور مستند بات رسول اللہ ﷺ کی ہی ہے۔ لہٰذا یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ روزِ محشر سب لوگوں کو ان کے اپنے اور ان کے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا۔

حسن وجمال کا ایک خوبصورت مظاہرہ دین اسلام کو ہر انسان سے حسن خلق کے انداز میں بھی مطلوب ہے۔ اور کسی کام کاج کے لیے یا صلہ رحمی، بھائی چارہ اور دوستی میں باہمی ملاقات اور میل جول ایک معاشرتی ضرورت ہے۔ اس میں عقل ونقل کے اعتبار سے حسن وجمال اور نفاست وعمدگی کا انداز یہ ہے کہ میزبان آدمی ملاقاتی یا مہمان کا خندہ پیشانی اور کھلے دل سے استقبال کرے، اسے مرحبا، خوش آمدید کہے۔ زبانی اور عملی طور پر اس کے ساتھ پیار ومحبت اور اس کے شایانِ شان تعظیم وتکریم کا معاملہ کرے۔ اس طرزِ عمل، فراخ دلی اور حسنِ

[1] السجستاني، سليمان بن اشعث، ابوداود، السنن، كتاب الادب، باب في تغيير الاسماء، رقم الحديث: 4948

"Al-Sijistani, Sulaiman bin Ash'ath, Abudawood, Al-Sunan, Kitab al-Adab, Bab fi Taghyeer al-Asma, Raqam al-Hadith: 4948."

اخلاق کے مظاہرے سے آنے والے مہمان کے دل میں قدرتی طور پر محبت کے جو جذبات پیدا ہوں گے اور میزبان کی قدر وقیمت کے جو اَنمٹ نقوش ثبت ہوں گے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ اس کے بر عکس ملاقاتی کے آنے پر اگر آدمی کے چہرے پر بل آجائے، اس کے ساتھ سیدھے منہ بات ہی نہ کرے بلکہ تنگی محسوس کرے، ناگواری کے باطنی اثرات اس کے چہرے پر عیاں ہوں اور بد اخلاقی سے پیش آئے تو اس بے رخی، لاپروائی کے رویے میں جہاں تکبر، تحقیر اور دل شکنی کا پہلو پایا جاتا ہے وہاں آنے والے کے دل میں جو منفی اور ناقدری کے جذبات پیدا ہوں گے وہ بھی کسی وضاحت کے محتاج نہیں۔ یہ رویہ مذہب سے ہٹ کر عام انسانی اخلاق و مروت کے بھی خلاف ہے۔ اس سلسلے میں معلم انسانیت اور صاحبِ خلق عظیم ﷺ نے تعلیم امت کے لیے جو شاندار اور مثالی اسوہ حسنہ اور تعلیمات پیش کی ہیں ان کی بہترین مثال سلام کا کہنا ہے۔ جو کسی بھی ملاقات کا سب سے پہلا اور ابتدائی حصہ ہے۔ سلام کہنے سے محبت والفت بھی بڑتی ہے اور دوسرے کے دل میں قدر واحترام کا معاملہ بھی بڑھتا ہے۔

لوگوں کا مل جل کر بیٹھنا ایک معاشرتی ضرورت ہے۔ مگر دین اسلام نے اس میں بھی خوبصورتی اور عمدگی کا درس دیا۔ مجالس کے آداب اور قواعد وضوابط کو بیان کرتے ہوئے اس کی اچھائی اور خوبصورتی کی واضح کیا۔ عام مجالس، پبلک مقامات، جلسہ گاہ اور مسجد وغیرہ جہاں ہر آدمی کو اس بات کا شرعی اور قانونی حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی جگہ پر بیٹھ سکتا ہے۔ ایسے مقامات میں پہلے بیٹھے ہوئے آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں بیٹھنا یقیناً حق تلفی ہے۔ اگر پہلے سے بیٹھا ہوا آدمی ازراہِ احترام وشفقت اپنی جگہ چھوڑ کر آنے والے کو وہاں بیٹھنے کا موقع دے تو یہ دوسری بات ہے۔ اسی طرح وہاں بیٹھے دو آدمیوں کے درمیان، یا لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر مسجد یا حلقہ کے درمیان بیٹھنے کی کوشش کرنا، جہاں لوگوں کو خواہ مخواہ تکلیف دینا اور دل آزاری ہے وہاں مجلس کے عام آداب کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے معلم انسانیت ﷺ نے اس قسم کی تمام نازیبا اور ناشائستہ حرکات سے منع فرمایا اور خوبصورت آداب کی تعلیم دی ہے۔ اس سلسلے میں چند مثالیں بیان کی جارہی ہیں۔ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ" [1]

---

[1] البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الاستئذان، باب لا يقيم الرجل الرجل من مجلسه، رقم الحديث: 6269

Bukhari, Al-Jami' al-Sahih, Kitab al-Isti'dhan, Bab La Yaqimu al-Rajulu al-Rajula min Majlisihi, Raqam al-Hadith: 6269.

"کوئی آدمی دوسرے آدمی کو اس کی جگہ سے نہ اُٹھائے کہ وہ خود اس جگہ بیٹھ جائے۔"

اس میں بھی بالخصوص مسجد کے اندر ایسی نازیبا حرکت سے منع فرمایا، کیونکہ مسجد کا ماحول جس قدر پر سکون، صفائی ستھرائی والا، اخلاقیات کے اعتبار سے جس قدر صاف ہو گا، اسی قدر ہی نمازی حضرات کو روحانی اور نفسیاتی فائدہ اور سکون و قرار حاصل ہو گا۔ مسجد میں دل جمعی کے ساتھ بیٹھنا اور فکر و نظر کی یکسوئی کے ساتھ اللہ کا گھر سمجھ کر اس کی بارگاہ میں حاضری کا تصور لیے ٹھہرے رہنا بے پناہ روحانی اور نفسیاتی فوائد سے بھرپور ہے۔ اس لیے مسجد کی صفائی ستھرائی کے ساتھ ساتھ اس میں بے جا حرکت، فضول کام، بے مقصد عمل اور ہر خلاف مروت کام سے روک دیا گیا۔ تاکہ مسلمانوں کی عبادت گاہ اللہ کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ معاملات کی عمدگی، نفاست کا درس بھی دے۔ اور دلی و باطنی عمدگی کے ساتھ ساتھ ظاہری عمدگی اور نفاست بھی دیکھنے کا موقع مل سکے۔

اسی طرح عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا"[1]

"کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان تفریق پیدا کر کے وہاں بیٹھے، مگر ان کی اجازت سے۔"

کیونکہ اس طرح دو آدمیوں کا مل کر بیٹھنا کسی مصلحت اور ضرورت کے تحت ہوتا ہے، اور انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینے سے ان کی ضرورت متاثر ہو گی، اور انہیں ذہنی کوفت بھی ہو گی، اس لیے ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا۔

حضرت واثلہ بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شفقت اور اخلاقِ عالیہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے) اس

---

[1] ترمذي، الجامع الترمذي، كتاب الادب، باب ما جاء في ككراہية الجلوس بين الرجلين بغير إذنهما، رقم الحديث: 2752

Tirmidhi, Al-Jami' al-Tirmidhi, Kitab al-Adab, Bab Ma Ja'a fi Karahiyyat al-Julūs Bayna al-Rajulayn bi Ghairi Izni'hima, Raqam al-Hadith: 2752.

کے لیے اپنی جگہ سے ہٹ کر بیٹھنے کی گنجائش پیدا فرمائی۔اس (کرم نوازی) پر اُس آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ (آپ زحمت نہ فرمائیں) کافی جگہ موجود ہے۔اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک ایک مسلمان کا حق ہے کہ جب اسے اس کا بھائی دیکھے تو اس کے لیے اپنی جگہ سے ہٹ کر بیٹھنے کی گنجائش پیدا کرے۔

ہمارے معاشرے میں عام طور سڑکوں پر پروگرام کرنا اور بلاوجہ گلیوں اور چوکوں چورستوں میں کھڑے رہنا بھی لوگوں کا معمول بن چکا ہے، جو کہ تہذیب کے بالکل منافی ہے۔راستوں، گزرگاہوں، سڑکوں، گلیوں، بازاروں کو کسی بھی بہانے بند کر کے گزرنے والوں کے لیے مشکلات کھڑی کرنا، کام کاج، سکول، دفتر، ہسپتال وغیرہ جانے والوں کے لیے رکاوٹ پیدا کرنا اور ذہنی اذیت پہنچانا جہاں شرعاً ناجائز ہے، وہاں ہر حوالے سے تہذیب، شائستگی اور حسن وجمال کے بھی خلاف ہے۔اسی لیے نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ فَقَالُوا مَا لَنَا بُدٌّ إِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا قَالَ فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجَالِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهَا قَالُوا وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيٌ عَنْ الْمُنْكَرِ"[1]

لوگو! راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ تو انہوں (صحابہ) نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! ہمارے لیے وہاں بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ ہم وہیں بیٹھ کر (اپنے معاملات، مصالحت، مشورہ وغیرہ کے سلسلے میں) بات چیت کرتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم (اس ضرورت کے تحت راستوں میں) بیٹھنے پر مصر ہو تو پھر راستے کا حق بھی ادا کیا کرو۔ انہوں نے پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نظریں جھکا کر رکھنا، تکلیف پہنچانے سے رُکنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام صرف کوڑا کرکٹ کو زائل اور ختم کرنے کا حکم نہیں دیتا کہ بازار اور گلیاں گندگی کے ڈھیروں سے پاک ہونے چاہییں۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ظاہری نفاست اور عمدگی پر بھی بھرپور توجہ دیتا ہے۔ ایک مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھنے والا ہے، اگر وہ بلاوجہ بازار میں، گلیوں میں، چوکوں اور

---

[1] البخاري، محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب المظالم، باب افنية الدور والجلوس فيه ا والجلوس على الصعدات، رقم الحديث: 2465

Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jami' al-Sahih, Kitab al-Mazalim, Bab Afniyat al-Dur wal-Julūs Fihi wa al-Julūs 'ala al-Su'adat, Raqam al-Hadith: 2465.

چورستوں میں بیٹھا ہو گا تو وہ کتنا عجیب لگے گا اور دیکھنے والا اس کے بارے میں قطعاً اچھا تاثر نہیں لے گا۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مردوں کے بازاروں میں بیٹھنے سے خواتین کا گزرنا بھی مشکل اور دشوار ہو گا، اس لیے ظاہری عمدگی کا درس دیتے ہوئے اسلام بازاروں اور گلیوں، چوکوں چورستوں میں بیٹھنے سے منع فرمادیا ہے۔ اور اگر مجبوری کی صورت میں بیٹھنا بھی پڑ جائے تو اپنی اس بیٹھک کو کتنا عمدہ اور خوبصورت بنانے کا حکم ہے۔ کہ اس بیٹھک کو نیکیوں اور اچھائی، بھلائی اور خیر کے کاموں سے مزین کر کے بیٹھو۔ تاکہ دیکھنے والا، گزرنے والا آپ کو عجیب یا خلافِ مروت انداز میں نہ سمجھے بلکہ وہ آپ سے خیر کی بات لے کر جائے اور راستے کے حقوق ادا کرنے کی عمدگی و نفاست کا سبق سیکھ کر جائے۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام احسان و خوبصورتی، عمدگی، نفاست اور حسن و جمال کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ذوقِ طبع انتہائی عمدہ، نفیس اور صفائی پسند تھا۔ مگر اسلام کسی بھی چیز میں افراط و تفریط کو پسند نہیں کرتا، بلکہ وہ معتدل اور میانہ روی کا راستہ تجویز کرتا ہے۔ اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ جیسے عبادات کے اوقات و طریقہ کار بیان کیے گئے ہیں، اسی طرح معاملات کی بھی تفصیلات سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اس لیے حسن و جمال کے اختیار کرنے، نفاست و عمدگی کے اظہار میں کچھ حدود و قیود کا دائرہ کار موجود ہے۔ جن کے اندر رہتے ہوئے ہی حسن و جمال اور نفاست کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔

نتائج

احسان کا جامع مفہوم یہ ہے کہ ہر چیز میں حسن و خوبصورتی اور عمدگی کا اظہار ہو۔

حسن و خوبی اسلام کی تعلیمات میں بہت اہم حیثیت کی حامل ہے۔

نبی مکرم ﷺ ذاتی طور پر بھی خوبصورتی و حسن و جمال کا مرقع تھے۔

اسلام نے عبادات و معاملات میں نظم و نسق اور ترتیب و سلیقہ شعاری کو بہت ترجیح دی ہے۔

اسلام نے انسان کے ظاہر سے لے کر بشمول عملی زندگی کے حسن و جمال کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی ناپسندیدگی کی چیز دیکھتے تو فوری رہنمائی فرماتے۔

اسلام نے انسان کو دینی اور دنیاوی ہر دو اعتبار سے اپنے آپ کو بہتر بنانے کا حکم دیا ہے۔